وضاحتی تحریر اور غلط فہمیوں کا ازالہ

مولانا سعد صاحب کے رجوع نامہ کا علمی و تحقیقی جائزہ
واضح رجوع کے بعد اکابر علماء کی بے اطمینانی کی وجہ

محمد زید مظاہری ندوی
استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃو السلام علیٰ سیدالمرسلین محمد و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین

وضاحتی تحریر، غلط فہمیوں کا ازالہ

مولانا سعد صاحب کا رجوع واعتراف کیوں قابل قبول نہیں؟ واضح رجوع کے بعد اکابر علماء کی بے اطمینانی کی وجہ

ضروری تمہید

مرکز نظام الدین کے موجودہ ذمہ دار حضرت مولانا سعد صاحب سے کوتاہ علمی کے سبب برسہابرس سے ان کے بیانات میں ایسی فاش غلطیاں ہورہی ہیں، جن کے متعلق ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے اکثر اکابر علماء کا اتفاق ہے کہ ان کی اصلاح بہت ضروری ہے، بہت سے علماء چار پانچ برس سے تقریراًوتحریراً بالمشافہ اور بالواسطہ ان کو متنبہ بھی کرتے رہے ہیں، لیکن مولانا ان کی طرف قطعاً التفات نہ فرماتے تھے، نہ کسی تحریر کا جواب نہ اقرار وتسلیم نہ رجوع واعتراف اور بیانات حسب سابق جاری وساری، اس سے امت کو زبردست دینی نقصان اور غلط پیغام پہنچ رہا تھا، اس کی وجہ سے مرکز نظام الدین کے اکثر پرانے اہل حق ان سے علیحدہ ہوگئے، مخلص عوام بیچارے اس حقیقت کو کیا سمجھیں۔

معاملہ حد سے آگے بڑھا علماء کو فکر ہوئی، ہندوپاک سے علماء کے خطوط وسوالات آئے، مرکز دارالعلوم دیوبند نے امت کی حفاظت کے خاطر ان کے غلط بیانوں کے سدّ باب کے لئے فتویٰ صادر کرنے کا فیصلہ کیا، مولانا سعد صاحب اوران کے متعلقین کواس کا علم ہوا تو مرکز نظام الدین سے ایک وفد دارالعلوم دیوبند آیا، اس نے اور دوسرے بعض اہل علم نے مولانا کی حمایت میں سفارش کی کہ ایسا فتویٰ صادر نہ کیا جائے، وہ آئندہ ایسی غلطیاں نہ کریں گے اور اپنی سابقہ غلطیوں سے توبہ ورجوع بھی کریں گے، چنانچہ مرکز دارالعلوم دیوبند نے اپنے فتوے کو مصلحتاً روک لیا صادر نہیں کیا، اسی کی قریبی تاریخوں میں بھوپال کا تبلیغی اجتماع پیش آیا، جس میں مولانا سعد صاحب نے واضح طور پر لاکھوں کے مجمع میں بیان فرمایا جس کے چند جملے یہ ہیں:

’’ہم کوئی جماعت نہیں، ہمارا کوئی الگ طریقہ نہیں، ہم اہل سنت والجماعت ہیں، ہم سب کی رہبری اور ہم سب کے لئے جو ضابطہ اور جو منشور اور طریقہ ہے اور علمی استفادہ میں اور دنیاوی ودینی امور میں صحیح راستہ حاصل کرنے کا جو مرکز ہے وہ دینی مدارس ہیں دیوبند اور اہل دیوبند، ان کا مسلک ہی ہمارا مسلک ہے ذرہ برابر کسی شعبے میں اپنی رائے قائم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، جہاں تک مسائل کا کا تعلق ہے تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی رائے اختیار کرنا گمراہی اور بڑے فتنہ کا سبب ہے، درس تفسیر درس حدیث اور مختلف علمی حلقے، ان سے تعارض کرنا بڑی جہالت ہے علم تو مطلوب ہے بس یہ ضرور دیکھ لو کہ مسلک اہل سنت والجماعت اور مسلک دیوبند سے متعلق ومنسلک ہے یا نہیں‘‘۔

اس کے بعد ۳۰ر نومبر ۲۰۱۶ء کو مولانا سعد صاحب کی طرف سے توبہ ورجوع نامہ لکھ کر دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا، جس میں مولانا نے واضح طور پر تحریر فرمادیا کہ:

’’احقر الحمدللہ! اپنے تمام اکابر ومشائخ علمائے دیوبند وسہارنپور کے موقف اور اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن کے مسلک ومشرب پر قائم ہے، اوراس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا، اس سلسلے میں جن سابقہ قدیم بیانات کا حوالہ تحریر گرامی

میں دیا گیا ہے احقر اس کو اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی جانب سے واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے عفو و مغفرت کا طالب ہے ......علمائے دیوبند کا جو مسلک ہے وہی ہمارا مسلک ہے تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے"۔ (ص:۴)

نیز اسی رجوع میں مولانا نے علم و علماء اور مدارس کی اہمیت کے تعلق سے اپنے ایک بیان کا بھی ذکر کیا جس کو پاکستان کے رسالہ "الفاروق" نے شائع کیا تھا جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے، مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

"علم اور علماء اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں، ان کی زیارت عبادت ہے.........دین کے کسی شعبے کا انکار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا انکار ہے..........وغیرہ وغیرہ۔ (ص:۳)

اسی سیاق میں مولانا نے دو سال قبل سیتاپور کے عالمی اجتماع میں ہونے والے اپنے بیان کا بھی ذکر کیا ہے۔

بظاہر تو مولانا کا یہ رجوع بالکل کافی ہو جانا چاہئے تھا خصوصاً مولانا کی بھوپال کی تقریر کے بعد، لیکن اس کے باوجود اکابر علماء محققین اور ارباب دارالعلوم دیوبند ان کی رجوع والی تحریر سے مطمئن کیوں نہیں ہوئے؟ اس سوال نے بہت سے سادہ لوح کم علم لوگوں کو اکابر علماء اور حضرات دارالعلوم دیوبند کی طرف سے بدگمانی اور شک و شبہ میں مبتلاء کر دیا ہے، اور واقعی یہ بھی اہم بات ہے کہ جب ایک شخص اپنی غلطیوں کا معترف اور رجوع کا اعلان بھی کر رہا ہے تو پھر اس کے قبول کرنے میں کیا تامّل؟ اس لئے اس کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ امت کا بڑا طبقہ علمائے حق اور اصحاب دارالافتاء سے بدگمان ہو کر طرح طرح کے شکوک و شبہات میں مبتلا نہ ہو۔

(۱) اپنی غلطیوں کے اقرار و رجوع سے اتنا تخلّف اور تاخیر کیوں؟

مولانا کے بیانات میں اسباب جدیدہ و قدیمہ، خواہ بندوں کے بنائے ہوئے ہوں یا اللہ کے بنائے ہوئے سب کا انکار، انبیاء کی توہین، آیات کی غلط یا مرجوح تفسیر، خلاف شرع باتوں اور متفقہ فتوؤں کے خلاف باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں، جن کی طرف علماء محققین کئی سال سے برابر مولانا کو توجہ دلا رہے تھے، لیکن مولانا کبھی اپنی کسی غلطی کا نہ اعتراف کرتے ہیں، نہ کسی تحریر کا جواب دیتے ہیں نہ اصلاح و رجوع فرماتے ہیں، دسیوں مرتبہ مختلف علماء کرام نے ہر طرح ان کو توجہ دلائی لیکن مولانا نے کبھی اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی، جب سر پر آپڑی کہ مرکز دارالعلوم دیوبند ان کے خلاف فتویٰ صادر کرنے جا رہا ہے تو وفد بھی حمایت کے لئے آگے بڑھا اور رجوع نامہ بھی سامنے آ گیا، لیکن وہ بھی ایسا کہ اس کا آخری حصہ ابتدائی حصہ کے معارض ہے، جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اکابر دارالعلوم دیوبند نے ان کی غلط بیانیوں پر جو فتویٰ تحریر کیا ہے وہ بدگمانی پر مبنی ہے اور اکابر دارالعلوم دیوبند کی طرف سے دعوت و تبلیغ کو حمایت اور تعاون حاصل نہیں ہے، اور عملی طور پر جو لوگ اس میں شریک نہیں ہیں اور جن کو اس کام سے مناسبت نہیں ہے وہ منافرت پھیلا رہے ہیں، پھر اخیر میں اس انداز کی بات بھی تحریر فرمائی ہے کہ بہت سی قابل اعتراض باتوں کے جوابات اور مراجع بھی ہمارے پاس موجود ہیں جن کو تیار کر کے بھیجا جائے گا، پھر یہ رجوع بھی ایسا مبہم کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل کہ مولانا کن باتوں سے رجوع فرما رہے ہیں اور کن باتوں کے مراجع اور دلائل پیش فرمائیں گے؟۔

(۲) رجوع در رجوع کا نمونہ

مولانا کی رجوع نامہ کی تحریر میں کھلا ہوا تضاد محسوس ہوتا ہے کیونکہ ایک طرف تو مولانا رجوع نامہ کے شروع کی تحریر میں اپنے غلط بیانات سے رجوع فرماتے ہیں، رجوع کرنا یہ اپنی غلطیوں کا اقرار و اعتراف کرنا ہے، دوسری طرف رجوع نامہ کی آخری سطروں میں رجوع سے رجوع کرتے نظر آتے ہیں، کیونکہ اخیر کی سطروں میں انہوں نے بجائے غلطیوں کا اقرار و اعتراف کرنے کے قابل اعتراض باتوں کے مراجع، حوالے، دلائل پیش کرنے کی بات فرمائی ہے، اور اظہار افسوس کے ساتھ دارالعلوم دیوبند پر بدگمانی کا بھی الزام لگایا ہے، چنانچہ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''..........آپ جیسے عالمی علمی دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر و اس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات و موقف و مسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے احقر اس کو نہایت افسوسناک اور دعوت و تبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے، فالی اللہ المشتکیٰ والیہ المستعان، احقر کے بیانات پر جو اعتراضات ہیں ان کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود جو معلومات اور ان کے علمی مراجع وغیرہ ہیں آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی''۔

سوال یہ ہے کہ مولانا کی شروع کی تحریر میں جس غلطی کا اعتراف اور رجوع کی وضاحت ہے اخیر کی عبارت میں اس رجوع سے رجوع کیوں؟ جب کہ اکابر کے نقش قدم پر چل کر اکابر ہی کے حوالے سے اپنی غلطیوں سے رجوع فرما رہے ہیں، جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے اسلاف و مشائخ کی سنت ہے کہ جب کسی موقع پر اپنی غلطی پر ان کو علم ہوا انہوں نے اس سے رجوع فرمالیا''۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اکابر کا رجوع بھی ایسا ہی ہوا کرتا تھا جیسا کہ مولانا نے کیا ہے کہ قابل رجوع باتوں کی طرف توجہ دلانے والوں پر الزام لگا رہے ہیں اور جواب دینے کو بھی تیار ہیں، پھر یہ کیسا رجوع؟

اگر واقعی علماء کی توجہ دلانے کے بعد مولانا کو اپنی غلطیوں کا احساس ہے اور اپنے رجوع کو صحیح سمجھتے ہیں اور ان کے تقریری و تحریری اقرار کے مطابق مسلک دیوبند پر قائم ہیں اور اس سے انحراف کو گمراہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے رجوع نامہ میں مولانا نے خود تحریر فرمایا کہ:

''احقر اپنے تمام اکابر و مشائخ، علمائے دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے موقف پر قائم ہے اور اس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا .....علمائے دیوبند کا جو مسلک ہے وہ ہمارا مسلک ہے، تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی کوئی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے''۔ (ص:۴)

اگر واقعی مولانا اپنے اقرار میں سچے ہیں تو دیانت داری کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی دارالافتاء آپ کے رجوع کو تسلیم کرے یا نہ کرے، رجوع کا معاملہ تو فیما بین العبد والرّب ہوتا ہے، اذا ثبت الشیء ثبت بلوازمہ، جب آپ اس مسلک حق پر قائم ہیں تو آپ کے بیانات میں یا رسالوں میں یا آپ کی طرف منسوب باتوں میں جتنی بھی اس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں جو مسلک اہل سنت والجماعت، مسلک دیوبند اور متفقہ فتوؤں کے خلاف ہیں ان سب سے آپ کو واضح الفاظ میں برأت اور رجوع کا اعلان فرمانا چاہئے، اور آئندہ ایسی باتوں کے بیان کرنے سے پوری احتیاط کرنا چاہئے، یہ ہے اکابر کا طریقہ جس کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اختیار کیا تھا۔

ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور پھر اس کے لازمی تقاضے اور حقوق بھی ہوتے ہیں، اگر آپ کا رجوع واقعی حقیقت پر مبنی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اس کے تقاضوں کو بھی پورا کردیں۔

(۳) مولانا کے رجوع کو اصحاب دارالافتاء نے کافی کیوں نہیں سمجھا؟

مولانا اپنے رجوع نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی، یا بیان کے وقت تمام حکمتوں اور مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی اس سے آپ جیسے عالمی علمی، دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر و اس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات و موقف و مسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے احقر اس کو نہایت افسوسناک اور دعوت و تبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے، فالی اللہ المشتکیٰ والیہ المستعان''۔

مولانا کے اس منفی انداز اور متضاد تحریر نے اکابر علماء و ارباب افتاء کے لئے اور تمام حق پسندوں کے لئے کئی طرح کے سوالات کھڑے کر دیئے۔

(الف) مولانا کے اس بیان کا حاصل تو یہ نکلتا ہے کہ میری طرف خلاف شرع، خلاف اصول اور مسلک جمہور سے ہٹ کر یا متفقہ فتوؤں کے خلاف باتیں کہنے کی جو نسبت کی گئی ہے وہ محض بدگمانی ہے، مولانا کے فرمان کے مطابق اس نوع کی جو غلطیاں ان سے صادر ہوئی ہیں وہ محض چوک

یا سبقت لسانی اورزبان کی بے احتیاطی اور بیان کے وقت حکمتوں و مصلحتوں کا احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے محض اظہار خیال میں کوتاہی کے سبب ہوئی ہیں، اس کا مطلب تو یہی نکلتا ہے کہ مولانا قابل گرفت غلطیوں کی بس یہی حیثیت ہے کہ وہ چوک یا زبان کی بے احتیاطی پر مبنی ہے جن کو مسلک جمہور کے خلاف یا متفقہ فتوؤں کے خلاف ہونے کا الزم دے دیا گیا ہے، یہ مولانا کے ساتھ بہت بڑی بدگمانی اور ناانصافی ہے، جو دینی مرکز کے بڑے ذمہ داروں کے شایان شان نہیں بلکہ افسوسناک ہے، پھر اسی زیادتی کی انہوں نے اللہ سے شکایت اور مدد چاہی ہے اور اس اظہار حقیقت کو مولانا نے اس مبارک عمل کے ساتھ عدم تعاون پر محمول کیا ہے۔

مولانا کے اس انداز بیان کی وجہ سے ہی ان کے رجوع نامے کو علماء نے کافی نہیں سمجھا، کیونکہ مولانا کی اس نوع کی جو غلطیاں ہیں وہ محض زبان کی بے احتیاطی یا سبقت لسانی یا چوک اور محض حکمتوں کے احاطہ نہ کرنے کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ مولانا ایک دو نہیں بہت سی ایسی باتوں کو پورے یقین اور قطعیت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، پھر ان کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں، پھر ان کے خلاف رائے رکھنے والوں پر اظہار تعجب اور نکیر بھی فرماتے ہیں، مثلاً سیتاپور کے عالمی اجتماع ہی میں (جس کا حوالہ بھی مولانا نے اپنے رجوع نامہ میں دیا ہے) لاکھوں کے مجمع میں پوری قوت سے بار بار یہ بات فرمائی کہ:

''توبہ کی تین شرطیں تو لوگ بیان کرتے ہیں، چوتھی بھول گئے، بیان ہی نہیں کرتے، چوتھی شرط کیا ہے خروج فی سبیل اللہ جس کو لوگ (علماء ومحدثین بھی) بیان نہیں کرتے، پھر اس کی دلیل میں بنی اسرائیل کے ۹۹ قاتل کا قصہ ذکر فرمایا کہ خروج کے بعد ہی اس کی توبہ قبول ہوئی.........''

اسی طرح مولانا نے سیتاپور ہی کے اجتماع میں لاکھوں کے مجمع کے سامنے پوری قوت اور تفصیل سے بیان فرمایا کہ:

''خارجی لقمہ ہرگز نہیں لیا جائے گا ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی یہ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے، اور پھر اس سے نتیجہ یہ نکالا کہ جو لوگ عملی طور پر تمہارے کام میں، گشت، تعلیم، مشورے وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے ان کو مشورہ دینے کی بھی اجازت نہیں، ان کا لقمہ ہرگز مت قبول کرو، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی''

مولانا کے اس بیان اور غلط نتیجہ نکالنے سے کتنی بدگمانیاں اور اس کام سے دوری پیدا ہوئی اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ بات بھی مولانا نے سبقت لسانی میں بیان فرمائی یا کیسے؟

اسی طرح مولانا پوری قوت اور تاکید کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، بھوپال اور سیتاپور کے عالمی اجتماع میں بھی بیان فرمایا کہ:

''موبائل میں قرآن پاک سننے سے قسم خدا کی گناہ تو ملے گا ثواب نہ ملے گا قسم خدا کی گناہ تو ملے گا ثواب نہ ملے گا'' پھر اس کے دلائل بھی بیان فرمائے اور اسی طرح کی دسیوں باتیں جمہور مسلک کے اور متفقہ فتوؤں کے خلاف پورے وثوق اور یقین سے بیان فرماتے ہیں، اور جو علماء اس کے خلاف کہتے یا سکوت کرتے ہیں ان سب کو مولانا پوری قوت اور تاکید سے علماء سو کہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب سبقت لسانی، زبان کی بے احتیاطی اور چوک کی بناء پر اور محض حکمتوں کے احاطہ نہ کر سکنے کی وجہ سے بیان فرماتے ہیں یا پوری قطعیت اور یقین کے ساتھ مدلل طور پر فیصلہ کن بات فرماتے ہیں؟ پھر مولانا کا اپنے رجوع نامہ میں یہ شکوہ اور الزام کیونکر درست ہوا کہ: احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی......الخ۔

(۴) رجوع نامہ میں رسالہ ''الفاروق'' کی تقریر کا حوالہ اور اس پر ایک سوال

مولانا محترم نے اپنے رجوع نامہ میں پاکستان سے نکلنے والے رسالہ ''الفاروق'' میں اپنی تقریر کا حوالہ دیا جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے، مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''احقر نے عوام کے لاکھوں کے مجمع کو علم دین اور علماء دین کی طرف متوجہ کیا، حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کی زیر نگرانی ان کی جامعہ فاروقیہ سے نکلنے والے ماہ نامہ ''الفاروق'' ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ کے شمارہ میں جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے اس بیان کو عوام الناس کو بدگمانی کے گناہ سے بچانے کے

لئے.....شائع فرمایا.....الخ‘‘

لیکن اسی رسالہ ’’الفاروق‘‘ ہی میں اس کے بعد کے شمارہ شعبان ۱۴۳۷ھ میں مولانا کی تقریر موبائل میں قرآن پاک سننے اور کیمرے والے موبائل سے متعلق شائع ہوئی ہے جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے جس کے چند جملے یہ ہیں:

’’میرے نزدیک تو نماز بھی نہیں ہوتی اس شخص کی جس کی جیب میں کیمرے کا موبائل ہو، جتنے چاہو فتوے لے لو علماء سے، جیب میں موبائل رکھ کر ان کی نمازوں میں فرشتے ہوتے ہوں گے کہ نہیں ہوتے ہوں گے، خدا کی قسم سب کو دھوکہ ہے، ان کے ساتھ نماز میں شیاطین ہوتے ہیں، فرشتہ ایک نہیں ہوتا، ان کی تو گدی پر شیطان سوار ہے، کسی فرشتہ کے ہونے کا امکان نہیں، میں تو سمجھتا ہوں علماء سوء ہیں، علماء سوء ہیں وہ جن علماء نے مشتبہ چیزوں میں تساہل برتا ہے اور ان چیزوں کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے، ایسے علماء علماء سوء ہیں، میرے نزدیک علماء سوء ہیں جنہوں نے تصویر کے بارے میں سکوت یا تصویر کے بارے میں تاویلات یا تصویر کے بارے میں تساہل برتا ہے وہ علماء سوء ہیں اور اللہ ان سے حساب لے گا‘‘

(ماہنامہ رسالہ الفاروق، کراچی پاکستان، ص: ۲۴ شعبان ۱۴۳۷ھ)

مولانا نے اپنے اس بیان میں کیمرے والے موبائل کو جیب میں رکھ کر نماز نہ ہونے کی بات پورے یقین سے فرمائی ہے، دوسرے موقعوں میں موبائل میں قرآن پاک سننے، تلاوت کرنے کو بھی ناجائز اور موجب گناہ بتلایا ہے، اور پیشاب دانی کی مثال دے کر سمجھایا ہے، اور جو علماء تاویل کے ساتھ اس کو جائز قرار دیتے یا سکوت کرتے ہیں ان سب کو بار بار علماء سوء قرار دیا ہے اور ان سب کی گدّی پر شیطان سوار بلکہ خود ان کو ہی شیطان قرار دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا کا مذکورہ بالا بیان رسالہ ’’الفاروق‘‘ میں شائع ہوا ہے جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے، مولانا کی یہ غلط بات کہاں کہاں نہ پہونچی ہوگی، جب کہ یہ یقینی بات ہے کہ عرب وعجم کے علماء اور حرم مکہ ومدینہ اور مسجد نبوی کے ائمہ، علماء دیوبند، علماء سہارنپور، علماء ندوۃ العلماء، علماء شاہی مرادآباد اور خود وہ مدرسہ جہاں سے یہ رسالہ شائع ہوتا ہے، یہ سارے علماء جیب میں موبائل رکھ کر نماز کو درست قرار دیتے ہیں، موبائل سے قرآن پاک سننے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، موبائل کی تصویر کے بارے میں بہت سے علماء توجیہ وتاویل کرتے ہیں، بہت سے سکوت بھی کرتے ہیں، کیا یہ سب حرم پاک ومسجد نبوی کے ائمہ اور علماء دیوبند وندوہ سب علماء سوء ہیں؟ سب کی گدّی پر شیطان سوار ہے؟ کیا حرم پاک میں نماز پڑھنے والوں کی جن کی جیب میں موبائل ہو نماز نہ ہوگی؟ تب تو لاکھوں کی نماز نہ ہوتی ہوگی، یہ ہے مولانا کا فتویٰ! سوال یہ ہے کہ مولانا نے اپنی اس بات سے بھی رجوع کیا یا نہیں؟

خوف خدا اور دیانت داری کی بات تو یہ ہے کہ جس طرح مولانا کی وہ تقریر جو رسالہ الفاروق میں شائع ہوئی جس کا تذکرہ مولانا نے اپنے رجوع نامہ میں کیا ہے، اسی طرح خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ سے متعلق (جس میں انہوں نے ائمہ حرم ومدینہ اور علماء دیوبند وندوہ سب کی شان میں گستاخی کی ہے) اب مولانا کا رجوع ومعافی نامہ بھی اسی رسالہ میں شائع ہونا چاہئے، تاکہ وہ بھی چار زبانوں میں شائع ہو، اور جو غلط پیغام امت تک پہنچ چکا ہے کسی درجہ میں اس کی اصلاح اور تدارک ہو سکے۔

(۵) یہ انداز بیان دعوت وتبلیغ کے اصول اور مولانا محمد الیاسؒ کی ہدایت اور مسلک ندوہ کے بھی خلاف ہے

مولانا کی یہ بات دعوت وتبلیغ کے اصول اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بنیادی ہدایت کے بھی تو خلاف ہے، حضرت مولانا محمد الیاس تحریر فرماتے ہیں، جس کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے:

’’آپ لوگ خوب یقین فرمالیجئے کہ ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دل آزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنہ وفساد کے الفاظ سننا چاہتی ہے، آپ لوگوں نے بدعتی کے لفظ سے بعض جگہ کے لوگوں کو یاد کیا ہے، آئندہ ایسے الفاظ سے احتراز چاہئے، جو اشتعال انگیز فتنہ خیز ہوں

......دوسروں کے عیب کی کوشش، بے ہنری اور کام کو بے رونق کرنے والی چیز ہے دوسروں میں عیب نکالنے سے اپنا مایہ بھی جاتا رہتا ہے‘‘۔
(مکاتیب مولانا محمد الیاسؒ ص:۱۴۲ جمع کردہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

نیز مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

ہمارے طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے.........ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص:۵۶ ملفوظ نمبر ۵۴ جمع کردہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

اب سوال یہ ہے کہ مولانا دعوت وتبلیغ کے اہم اصول اور مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی بنیادی ہدایت کے خلاف لاکھوں کے مجمع میں بار بار یہ بیان فرمارہے ہیں اور ان کا یہ بیان چار زبانوں میں شائع بھی ہورہا ہے کہ ’’علماء سوء ہیں، شیطان ان کی گدّی پر سوار ہے.......وغیرہ وغیرہ اس سے دعوت وتبلیغ سے منسلک لاکھوں لوگوں کی کتنی غلط ذہن سازی اور علماء اور مفتیوں کی طرف سے کتنی بدگمانی پیدا ہوئی۔

مولانا کا اس نوع کا بیان مسلک ندوہ کی بھی قطعاً خلاف ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مسلک ندوہ کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’فروعی وفقہی مسائل کے بارے میں اس کا مسلک یہ ہے کہ حتی الامکان اختلافی مسائل چھیڑنے اور ایسے ہر طرز عمل سے احتراز کیا جائے جس سے منافرت بڑھے اور امت کا شیرازہ منتشر ہو‘‘۔ (کاروان زندگی اول)

مولانا کا مذکورہ مطبوعہ بیان مسلک ندوہ کے بھی خلاف ہے، اب آیا مولانا نے اس بھی رجوع کیا یا نہیں؟ یا اس کے حوالے اور مراجع پیش فرمائیں گے؟ ضرورت کا تقاضا تو یہ ہے کہ مولانا کو اس طرح کی باتوں سے علی الاعلان عام مجمع میں اسی طرح رجوع کرنا چاہئے، جیسا کہ علی الاعلان یہ بیان فرمایا ہے، اور آئندہ ایسے بیانات سے پوری احتیاط رکھنا چاہئے۔

(۶) رواجی چیزوں کے ذریعہ یہ وضاحت واعلان ایک سوالیہ نشان

مولانا کے رجوع نامہ کی تحریر نے ایک سوال اور کھڑا کردیا، وہ یہ کہ اب تک تو مولانا پوری قوت سے بار بار رواجی چیزوں کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کرنے پر سخت نکیر فرماتے تھے اور اذان کی مشروعیت کے قصہ کو بطور دلیل کے بیان فرمانے کے بعد فیصلہ کن بات یہ ارشاد فرماتے تھے کہ:

’’رواجی چیزوں کے ذریعہ حق تبلیغ ادا نہیں ہوسکتا، اس کو دعوت کہا ہی نہیں جاسکتا، رواجی چیزوں کے ذریعہ رواج کو ترقی ہوگی گمراہی تو پھیلے گی ہدایت اور دین کی ترقی نہیں ہوگی‘‘ وغیرہ وغیرہ۔

ایک طرف تو مولانا کے یہ بیانات دوسری طرف اپنے رجوع نامہ میں بطور تعریف اور تائید کے مولانا خود تحریر فرماتے ہیں:

’’بھوپال کے گذشتہ ہفتے کے لاکھوں کے مجمع میں احقر کے بیان کو تمام ذرائع ابلاغ، واٹس اپ، فیس بک، یوٹیوب نے خصوصی اہتمام سے شائع کیا...........مذکورہ بالا جملہ بیانات ہزاروں کی تعداد میں اول سے آخر تک میرے الفاظ کے ساتھ محفوظ ہیں، آج کل کے حیرت ناک عجیب وغیر یب ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ایک ایک بات پورے عالم میں اسی وقت پہنچ جاتی ہے جس وقت وہ اسٹیج سے کہی جارہی ہے‘‘۔ (ص:۳،۴)

ایک طرف تو مولانا کے رجوع نامے کی یہ تحریر جس میں مولانا نے تعریف وتائید کے طور پر متعدد ذرائع ابلاغ اور رواجی چیزوں کا تذکرہ فرمایا، دوسری طرف اسی بھوپال کے اجتماع میں دوسرے موقع پر لاکھوں کے مجمع میں مولانا نے جدید ذرائع ابلاغ اور رواجی چیزوں کے ذریعہ تبلیغ کرنے پر سخت نکیر فرمائی یہاں تک فرمایا کہ رواجی چیزوں کے ذریعہ رواج کو تو ترقی ہوگی، ہدایت کو ترقی نہیں ہوگی، نیز جدید آلات کے استعمال پر سخت نکیر فرمائی، نہ صرف موبائل بلکہ ٹیپ ریکارڈ تک میں قرآن پاک کو سننے کو ناجائز بتلایا، اور جو علماء ومفتیان کرام اس کو جائز قرار دیتے ہیں ان پر تبصرہ اور نکیر کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا:

’’کہتے ہیں کہ استعمال کرنے والے کی نیت کے اعتبار سے اس کا حکم ہوگا،نہیں نہیں کسی چیز کی حِلّت وحرمت کا مدار استعمال کرنے والے سے نہیں بلکہ بنانے والے کی نیت پر ہے کہ کس نیت سے وہ آلہ بنایا گیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ..........‘‘

سوال یہ ہے کہ مولانا کا بھوپال کا وہ بیان جو متعدد ذرائع ابلاغ واٹس اپ ،فیس بک وغیرہ کے ذریعہ عام ہوا،جنہیں مولانا بڑی حیرت کے ساتھ تعریف وتائید کے طور پر اپنے رجوع نامہ میں ذکر فرما رہے ہیں،لیکن مولانا ہی کے بیان کے مطابق سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان رواجی چیزوں کے ذریعہ یہ ابلاغ وتبلیغ جائز ہوئی یا ناجائز اور اس سے ہدایت پھیلی یا کیا؟ اور اس سے دین کو ترقی ہوئی یا رواج کو اور استعمال کرنے والوں کی نیت کا اعتبار ہوگا یا ان آلات کے بنانے والوں کی نیت کا؟ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کے ان بیانات اور رجوع نامہ کی متضاد تحریر نے بڑے سوالات پیدا کر دیئے، ان کی کس بات کو راجح اور صحیح قرار دیا جائے؟ نہ معلوم اب آئندہ کیا فرمائیں گے،سامعین عوام وخواص ان کے ایسے بیانوں سے سب الجھن میں پڑ جاتے ہیں،اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

(۷)اس مبارک عمل کے لئے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے عدم تعاون کا الزام بھی غلط ہے

رہا مولانا کا علماء حق کی طرف سے تادیب واصلاح کی کوشش کو دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل کے ساتھ عدم تعاون پر محمول کرنا یہ بھی سو فیصد غلط ہے،الحمدللہ! دارالعلوم دیوبند کو اس مبارک عمل کے ساتھ روز اول سے آج کی تاریخ تک پورا تعاون حاصل رہا اور آج بھی حاصل ہے،تعاون کسے کہتے ہیں؟ علمی تعاون ہو یا عملی تعاون یا اصلاحی ہر نوع کا تعاون ارباب دارالعلوم دیوبند کا رہا ہے،ابتداء میں دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کی جو تائید اور علمی تعاون فرمایا ہے وہ ان کے خطبات اور فتاویٰ میں دیکھا جا سکتا ہے رہ گیا عملی تعاون تو ارباب دارالعلوم دیوبند روز اول سے آج تک عملی طور پر اس کام سے جڑے ہوئے ہیں،طلباء دارالعلوم دیوبند کا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مرکز جانے کا تذکرہ حضرتؒ کے ملفوظات میں ہے،اور آج بھی ہر ہفتے مرکز نظام الدین کی ہدایت کے مطابق دارالعلوم سے جماعتیں جاتی ہیں،اور دارالعلوم ان کی پوری طرح مدد کرتا ہے،ان کے کھانے کا انتظام کرتا ہے،اخیر سال میں مرکز نظام الدین سے جو اکابر تشریف لاتے ہیں دارالعلوم کے طلبہ کے سامنے ان کے بیانات کراتا ہے، دارالعلوم کی طرف سے ترغیب وتشکیل ہوتی ہے دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم ،حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ وخلفاء میں سے ہیں،اور وہ خود بھی انہی کے نقش قدم پر ہیں جو پورے طور پر تبلیغی جماعت کے موید اور مرکز نظام الدین سے خاص تعلق رکھتے تھے،الغرض اس مبارک کام کو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ہر دور میں تعاون اور خصوصی بلکہ سرپرستی کا تعلق رہا ہے،اسی خصوصیت کی وجہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے قاری محمد طیب صاحب کے نام ایک خط لکھا جس میں خصوصی ہدایات فرمائی ہیں،جس کو مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے:

’’مکرم ومحترم الحافظ مولانا القاری محمد طیب صاحب متعنا اللہ بطول حیاتکم الطیبہ وافاض علینا فیوضکم السرمدیہ واکرمکم اللہ کما اکرمتمونا بالذات القدسیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت عالی کوئی کام بغیر اصول اور بناء کے نہیں چلتا........میرے نزدیک جو کام چلنے کے لئے اس وقت ضروری ہے وہ مشائخ طریقت وعلمائے شریعت، ماہرین سیاست کے چند ایسے حضرات کی جماعت کے مشاورت کے ماتحت ہونے کی ضرورت ہے،ایک نظم کے ساتھ حسب ضرورت مشاورت کا انعقاد خاطر خواہ مداوم رہے اور عملی چیز سب اس کے ماتحت ہو،سو ایک تو اول ایسی مجلس کے منعقد ہو جانے کی ضرورت ہے‘‘۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۴۴،جمع کردہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے اس مکتوب میں خوب غور کیجئے!

موجودہ وقت میں دارالافتاء میں کام کرنے والے مفتیان کرام آج بھی مرکز نظام الدین سے خاص تعلق رکھتے ہیں، جن کے اس فتوے میں دستخط بھی ہیں، جو مولانا کی باتوں کی اصلاح کے لئے صادر کیا گیا ہے، پھر آخر مولانا اس کام کے ساتھ تعاون کس کو سمجھتے ہیں؟ کیا جوان کے باطل افکار ونظریات کی تائید کرے وہ اس کام کا معاون ہے؟ حاشا وکلاً، ہاں یہ بالکل صحیح ہے دارالعلوم دیوبند کا تعاون اس مبارک کام کے ساتھ ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی رہے گا، البتہ کسی شخصیت اور اس کے باطل افکار ونظریات کے ساتھ نہیں ہے۔

(۸) تبلیغی جماعت مستقل جماعت ہے

مولانا کا بھوپال کے اجتماع میں لاکھوں کے مجمع میں یہ اظہار خیال بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ ''ہم کوئی جماعت نہیں'' کیونکہ الحمدللہ اہل حق کی یہ ایک مستقل جماعت ہے، حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے خود تحریر فرمایا ہے ''ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ'' (مکاتیب ص:۱۳۲)

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر.........الخ (مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص:۱۰۳)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت'' میں اس کو مستقل جماعت قرار دیا ہے۔

اور خود مولانا سعد صاحب نے بھی تو اپنے رجوع نامہ میں یہ جملہ تحریر فرمایا ہے:

''احقر اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے مسلک ومشرب پر قائم ہے''۔

اس لئے مولانا کا بھوپال کے اجتماع میں لاکھوں کے مجمع میں یہ کہنا کہ ''ہم کوئی جماعت نہیں''.......الخ اس سے اس کام کی اور تبلیغی جماعت کی بے وقعتی اور ناقدری کا احساس ہوتا ہے، ہاں اگر مولانا کا مطلب یہ ہے کہ یہ جماعت دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ کوئی مستقل جماعت نہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ شامل اور اس کے نظریہ کی حامل اور اس کے تابع ہے تو یہ بات بالکل درست ہے۔ واللہ اعلم

(۹) رجوع معتبر ہونے کی ضروری شرط

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ کسی مسئلہ اور غلط بات سے متعلق رجوع اسی وقت معتبر ہوسکتا ہے جب کہ رجوع کرنے والا آئندہ اس غلط بات کو بیان نہ کرے، اور وہ بات اس کی زبان پر نہ آئے جس سے اس نے رجوع کیا ہے، جب کہ مشاہدہ یہ ہے کہ مولانا کی جو باتیں سخت قابل اعتراض اور قابل رجوع تھیں، جن میں بعض کا تذکرہ دارالعلوم دیوبند کے فتوے میں بھی ہے، عمومی رجوع کے بعد بھی مولانا ان باتوں کو برابر بیان فرما رہے ہیں، اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

''مولانا نے اپنے سابقہ بیانات میں کثرت سے یہ بات بیان فرمائی ہے جو علماء دیوبند اور علماء ندوہ کے بیان کردہ اصول کے بالکل خلاف ہے کہ: ''دعوت وتبلیغ بالمشافہ ہی ہوسکتی ہے، اس کے بغیر دعوت کا حق ادا نہیں ہوسکتا، رواجی چیزوں کو دعوت تبلیغ میں استعمال کرنا رواج کی ترقی کا ذریعہ تو بن سکتا ہے دین کی ترقی کا ذریعہ نہیں بن سکتا، صحابہ کے دور میں یہ رواجی طریقے نہ تھے...............''

مولانا کی یہ بات اصول شرع نیز مسلک دیوبند ومسلک ندوہ کے بھی خلاف ہے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''دین کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں نفس شئی مطلوب ہے لیکن بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اور زمانہ کے تغیر اور امت کے لئے وسعت کا خیال کرکے آپ نے ان کی شکلیں متعین نہیں کیں صرف شئی بتلادی کہ یہ مقصود ہے، یہ چیزیں خود منصوص ہیں، لیکن ان کی کوئی خاص وضع وہیئت منصوص نہیں، مثلاً جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، علم دین کی سلسلہ کو چلانا اور احکام کا امت تک پہونچانا یہ سب امت سے مطلوب ہے لیکن صرف

یہ اعمال مطلوب ہیں ان کی کوئی خاص شکل اور طریقہ متعین نہیں، ہر فرد و جماعت کو اختیار ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرے''۔(تبلیغ دین کے لئے ایک اصول، خطبات علی میاں ص:۴۴۱ ج ۵)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا بیان کردہ اصول و مسلک ایسا ہے جس میں علماء محققین میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں، علماء دیوبند کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنے وقت میں ریڈیو (جو اس وقت کے جدید ذرائع ابلاغ میں اہم ذریعہ اور رواجی چیز تھی) کے ذریعہ درس قرآن دیا کرتے تھے۔(مقدمہ معارف القرآن)

لیکن مولانا اب تک اپنے متعدد بیانات میں واضح طور پر شریعت کے مسلمہ اصول اور مسلک دیوبند وندوہ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے بیان کردہ شرعی ضابطے کے خلاف بیان کرتے تھے، اب سوال یہ ہے کہ مولانا نے اپنی اس بات سے بھی رجوع کیا یا نہیں اس کا فیصلہ کیسے ہو اور لوگوں کو اس کا علم کیسے ہو؟ یا مولانا اس کے جواز کے دلائل اور مراجع فراہم کریں گے اور مرکز دار العلوم کو بھیجے گے کہ رواجی چیزوں کو تبلیغ میں استعمال کرنا اب بھی ناجائز ہے، یا اس سے بھی واقعی رجوع فرمالیا ہے، اگر رجوع فرمالیا ہے تو پھر مولانا کو اب اس کو بیان نہ کرنا چاہئے حالانکہ رجوع نامہ کو صادر کرنے کے بعد بھی مولانا نے ۸/دسمبر ۲۰۱۶ء میں مرکز نظام الدین میں بعد فجر اسی مضمون کو پھر بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

''دعوت رسالے سے، خط و کتابت سے کسی چینل سے نہیں، جتنے رواجی طریقے ہیں سب نبوت کے مزاج کے بالکل خلاف ہیں، بالکل خلاف ہیں، جب تک مسلمان خود چل کر دعوت نہیں دے گا اس وقت تک دعوت نبیوں کی لائن کی ہوگی ہی نہیں، ہوگی ہی نہیں، اس وقت تک موثر بھی نہ ہوگی، دعوت میں اثر اس وقت ہوتا ہے جب داعی کی جان، مال، وقت سب کچھ اس کا استعمال ہوا گر دین کی دعوت دینے میں اپنی جان، مال اور وقت صرف نہیں ہوگا اس وقت تک اس کو دعوت کہا جائے گا ہی نہیں، کہا جائے گا ہی نہیں.........الخ''۔(مولانا کا یہ بیان ریکارڈ ہے)

سوال یہ ہے کہ اگر مولانا اپنی سابقہ بات سے رجوع فرما چکے تھے تو پھر اس کو اب کیوں بیان فرمایا؟ نیز اپنی رجوع نامہ میں انہی رواجی چیزوں کے ذریعہ اپنی تقریر نشر ہو جانے کو بطور تعریف وتائید کے کیوں ذکر فرمایا؟

ایک اور مثال

رجوع سے پہلے کے بیانات میں مولانا موجودہ حالات کے سیاق میں آیت ''یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْھَبُوْا وَاِنْ یَّاْتِ الْاَحْزَابُ یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّھُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ یَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْبَآئِکُمْ'' کے تحت ان منافقین کا تذکرہ فرماتے تھے جو مدینہ پاک سے باہر سازشیں کرتے، مشورے کرتے اور مدینہ پاک میں آنے سے لوگوں کو روکتے، اور باہر رہ کر مدینہ پاک کی خبریں معلوم کرتے تھے، پھر مولانا نے اسی آیت کی روشنی میں تفسیر کرتے ہوئے مرکز نظام الدین سے علاحدہ ہونے والے حضرات پر آیت کو منطبق فرمایا، یہاں تک فرمایا کہ ''جیسے منافقین باہر رہ لوگوں کو مدینہ پاک میں آنے سے روکتے تھے، ایسے ہی آج بھی باہر رہ کر لوگ خبریں معلوم کرتے ہیں، اور مرکز نظام الدین میں آنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کام ختم ہو گیا، کام ختم ہو گیا.........

مرکز سے علاحدہ ہو جانے والوں کو مولانا نے منافقین سے تشبیہ دی اور آیت مذکورہ کو ایسے لوگوں پر منطبق کیا، اور اس کا مصداق قرار دیا، یا بطور دلیل کے بیان فرمایا، یہ بڑی خطرناک بات ہے، صرف اتنی ہی بات نہیں، اسی سیاق میں مولانا نے مسجد ضرار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے اس کی مذمت اور نحوست کو بھی بیان فرمایا کہ فلاں صحابی جب تک وہاں رہے، ان کے اولاد نہیں ہوئی، کبوتری، مرغی انڈے بچے نہ دیتی تھی وغیرہ وغیرہ۔ پھر مرکز سے علاحدہ ہو کر کام کرنے والوں پر یا دعوت وتبلیغ کا دوسرا تبلیغی مرکز قائم کرنے والوں کو مسجد ضرار کے حکم میں داخل ہونے کا ذہن بنایا، گویا مرکز نظام الدین سے علاحدہ ہو کر جو لوگ کام کریں گے یا دوسرا مرکز بنائیں گے وہ سب منافقین کے حکم میں ہوں گے اور وہ مرکز بھی مسجد ضرار کے حکم میں ہوگا، اس میں کس قدر اہل حق سے بدگمانی اور امت میں توڑ پیدا کرنے والی بات ہے، یہ سارے بیانات مولانا کے رجوع والی تحریر سے پہلے کے ہیں اور ریکارڈ ہیں،

ظن غالب تو یہی ہے کہ مولانا نے اس سے بھی رجوع فرمالیا ہوگا، لیکن مولانا کی طرف سے رجوع نامہ صادر ہوجانے کے بعد بھی مرکز نظام الدین میں بعد فجر یہی مضمون مولانا مختلف انداز سے بیان فرمارہے ہیں، جس کا حاصل یہی ہے کہ مرکز نظام الدین سے جڑے رہنا ہی ضروری ہے........... بلکہ پہلے کے بہ نسبت اب اور زیادہ قوت سے بیان فرمارہے ہیں، مولانا کے یہ سارے بیانات ریکارڈ ہیں، یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔

دارالعلوم دیو بند، مظاہر علوم سہارنپور، جمعیۃ علماء میں بھی اختلافات ہوئے، علاحدگی ہوئی، علاحدہ ہوکر مستقلاً کام بھی کئے گئے، لیکن کسی نے کسی کو نہ منافقین سے تشبیہ دی، نہ ان کے دفتر و مرکز کو مسجد ضرار کا لقب دیا، جیسا کہ مولانا پوری قوت سے دلائل کی روشنی میں بیان فرمارہے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک بات ہے اور علمی اعتبار سے بھی قطعاً غلط ہے۔(انا للہ و انا الیہ راجعون)

رجوع کے بعد پھر وہی بات بیان کرنے کی ایک اور مثال

ارباب دارالعلوم دیو بند نے مولانا کی غلط باتوں کے خلاف جو تحریر فتوے کے انداز میں صادر فرمائی، اس میں مولانا کی جن باتوں پر سخت اعتراض ہے اور جو باتیں قابل اصلاح و قابل رجوع ہیں ان میں ایک بات یہ بھی تحریر کی ہے کہ:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم اور جماعت کو چھوڑ کر حق تعالیٰ سے مناجات کے لئے خلوت وعزلت میں چلے گئے جس سے بنی اسرائیل کے ۵ لاکھ اٹھاسی ہزار افراد گمراہ ہوگئے، اصل تو موسیٰ علیہ السلام تھے وہی ذمہ دار تھے، اصل کو رہنا چاہئے ہارون علیہ السلام تو معاون اور شریک تھے''۔

دارالعلوم کی اس تحریر کے بعد مولانا نے انہی باتوں سے اپنا رجوع صادر کیا تھا، چنانچہ اپنے رجوع نامہ میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''اس سلسلہ میں جن سابقہ قدیم بیانات کا حوالہ تحریر گرامی میں دیا گیا ہے احقر اس کو اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی جانب سے واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عفو ومغفرت کا طالب ہے''۔

لیکن اس کے بعد (۱۳ ردسمبر ۲۰۱۶ء) مولانا نے مرکز نظام الدین میں فجر کے بعد بیان میں پھر یہی بات پوری قوت سے واضح طور پر بیان فرمائی جو اوپر مذکور ہوئی کہ ''موسیٰ علیہ السلام قوم کو چھوڑ کر چلے گئے، دعوت کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ۵ لاکھ اٹھاسی ہزار بنی اسرائیل مرتد ہوگئے......الخ''۔

یہاں بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مولانا اپنی سابقہ باتوں سے رجوع فرماچکے تھے تو پھر اس کو کیوں بیان فرمایا، اس طرح کی متعدد مثالیں اور بھی ہیں، طوالت سے بچتے ہوئے ہم نے صرف دو پر اکتفا کیا ہے، اگر یہ اور اس کے مثل دوسرے رجوع واقعی اپنی غلطی کے اقرار واعتراف کے ساتھ امت کی حفاظت کے لئے تھے تو پھر دوبارہ ان باتوں کو بیان کرنے کے کیا معنی؟ اور اگر یہ رجوع امت کی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ فتوؤں کے خوف سے اپنی عزت ومنصب کی حفاظت کے لئے تھے تو نہایت ہی افسوسناک بات ہے، پھر آخر مولانا کے رجوع پر کس طرح اعتماد کیا جائے؟۔

(۱۰) افسوسناک اور نا قابل قبول رجوع

خطرہ لگتا ہے کہ مولانا کے رجوع کہیں اس طرح کے تو نہیں ہیں جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ مسلم میں ذکر فرمایا ہے کہ:

''زیاد بن میمون ایسا راوی ہے، جس کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ کثرت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لوگوں سے حدیثیں نقل کرتا تھا، اصلاح کے لئے ابوداؤد طیالسی اور عبدالرحمٰن ابن مہدی اس کے پاس گئے اور ان حدیثوں کے متعلق سوال کیا کہ تم کیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیثیں نقل کرتے ہو جب کہ تم نے حضرت انسؓ کو دیکھا بھی نہیں؟ زیاد بن میمون نے کہا اچھا ایک بات بتاؤ! اگر کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو پھر توبہ کرے تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! زیاد نے کہا: ان حدیثوں کو میں نے حضرت انسؓ سے بالکل نہیں سنا، اگر دوسرے لوگ نہیں جانتے تو آپ لوگ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے میری ملاقات نہیں ہوئی، میں توبہ کرتا ہوں آئندہ بیان نہ کروں گا، دونوں حضرات مطمئن ہوکر واپس آگئے۔

ابوداؤدطیالسی بیان کرتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ زیاداب بھی حسب سابق حضرت انسؓ کے حوالے سے حدیثیں نقل کرتا ہے تو میں اور ابن مہدی اس کے پاس دوبارہ گئے، اس نے پھر وہی بات دہرائی کہ میں توبہ کرتا ہوں آئندہ بیان نہیں کروں گا، یہ دونوں واپس آ گئے، ابوداؤد کہتے ہیں اس کے بعد بھی ہم کو اطلاع ملی کہ وہ پھر وہی غلطی کرتا ہے یعنی حضرت انسؓ کے حوالہ سے حدیثیں نقل کرتا ہے تو پھر ہم نے اس کو بالکل چھوڑ دیا''۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا آخری ٹکڑا یہ ہے:

فقال (ای زیاد بن میمون)أریتما رجلاً یذنب فیتوب ألیس یتوب الله علیه ؟ قال: قلنا نعم ! قال: إن کان لایعلم الناس فـانتـمـا لاتـعـلمان أنی لم الق أنساً؟ قال أبوداؤد فبلغنا بعدأنه یروی فاتیناه أنا وعبدالرحمن فقال أتوب ثم کان بعد یحدث فترکناه۔(مقدمہ مسلم شریف ص:۱۸ ج۱)

خطرہ کی بات یہ ہے کہ خدانخواستہ مولانا کا یہ رجوع بھی زیاد بن میمون کی طرح تو نہیں ہے کہ ایک طرف رجوع فرمارہے ہیں اور دوسری طرف مرکز نظام الدین کے اسٹیج سے پھر وہی غلطیاں دہرارہے ہیں بس اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔

والسلام

اخوکم المخلص

محمد زید مظاہری ندوی
استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۳ دسمبر ۲۰۱۶